فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): صلوۃِ وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے؟

(جواب): صلوٰۃِ وسطیٰ سے مراد ''نمازِ عصر'' ہے۔ (بخاری: ۴۵۳۳)

(سوال): روزوں میں ''وصال'' کا کیا حکم ہے؟

(جواب): روزوں میں وصال سے مراد یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد افطار نہ کرنا اور ساری رات بھوکے پیاسے گزارنا، یہاں تک کہ اگلے روزے کی سحری کا وقت ہو جائے، تو گویا ایک روزے کو دوسرے روزے سے ملا دیا گیا ہے۔

روزوں میں وصال نبی کریم ﷺ کے لیے جائز تھا، اُمتیوں کے لیے مکروہ ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ فَقِيلَ : إِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ فَقَالَ : إِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ إِنِّي أَبِيتُ أُطْعَمُ وَأُسْقٰى .

''رسول اللہ ﷺ نے وصال (افطاری کیے بغیر پہلے روزے کو جاری رکھنا) سے منع فرمایا ہے۔ کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ فرمایا: میں تمہاری طرح تو نہیں ہوں، مجھے رات کو کھلا پلا دیا جاتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1922، صحيح مسلم : 1102، المنتقى لابن الجارود : 394)

(سوال): کیا موت کے وقت اپنی جائیداد کو ''ٹرسٹ'' میں دینے کی وصیت جائز ہے؟

(جواب): موت کے وقت زیادہ سے زیادہ تہائی مال کی وصیت جائز ہے۔ اگر کوئی اس سے زائد مال کی وصیت کرے، تو اس وصیت کو بدل کر تہائی کر دیا جائے۔ اس سے ورثہ کی حق تلفی ہو گی، البتہ اگر تمام ورثہ راضی ہیں، تو وہ اپنی مرضی سے تمام جائیداد وصیت میں دے سکتے ہیں۔

❀ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ میں مکہ میں اتنا بیمار ہوا کہ قریب المرگ ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے آئے، تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور صرف ایک بیٹی ہی میری وارث ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کرنے کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: آدھا مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: ایک تہائی صدقہ کر دوں؟ فرمایا: ایک تہائی (ہوسکتا ہے) لیکن یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ اپنے ورثا کو خوشحال چھوڑ کر جائیں، تو انہیں تنگ دست چھوڑنے سے بہتر ہے۔''

(صحيح البخاري: 6373، صحيح مسلم: 1628، المنتقى لابن الجارود: 947)

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے فوت ہوتے وقت اپنے چھ غلام آزاد کر دیے، جب کہ اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی مال ہی نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر تین حصوں میں تقسیم کیا، پھر ان کے مابین قرعہ ڈال کر دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام بنا دیا اور اس آدمی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت الفاظ استعمال کیے۔''

(صحيح مسلم: 1668، المنتقى لابن الجارود: 948)

سوال: اگر مرنے والا گناہ کی وصیت کرے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: گناہ کی وصیت نافذ کرنا جائز نہیں۔ یہ گناہ پر تعاون ہے۔ اہل میت کو چاہیے کہ اس وصیت کو روک لیں، اس سے وہ گناہ گار نہ ہوں گے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

سوال: کیا نماز کے لیے وضو شرط ہے؟

جواب: نماز کے لیے وضو شرط ہے، اس کے بغیر نماز قبول نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طَهُورٍ وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ .

''اللہ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔''

(صحيح مسلم : 224، المنتقى لابن الجارود : 65)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ .

''بے وضو آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی، تا آنکہ وہ (دوبارہ) وضو نہ کرلے۔''

(صحيح البخاري : 135، صحيح مسلم : 225، المنتقى لابن الجارود : 66)

(سوال): کیا پہلی اُمتوں میں بھی وضوتھا؟

(جواب): پہلی اُمتوں میں بھی وضوکا ذکر ملتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي ....

''......سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا، بادشاہ ان کی طرف آیا، آپ رضی اللہ عنہا وضو کر کے نماز کے لئے کھڑی ہو گئیں......۔''

(صحيح البخاري : 2217)

(سوال): کیا اونٹ کا گوشت کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے؟

(جواب): اونٹ کا گوشت کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں بکری کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں! اس نے پوچھا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں!، اس نے پوچھا: کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔''

(صحيح مسلم : 360، المنتقى لابن الجارود : 25)

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا: میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: کیا

میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں ان کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ فرمایا: نہیں۔

(مسند الإمام أحمد : 288/4، سنن أبي داوٗد : 184، سنن التّرمذي :81، سنن ابن ماجه : 494، السّنن الكبرٰى للبيهقي :159/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (سنن ترمذی، تحت حدیث: ۸۱)، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۲۶)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۲۸) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ اعمش رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ للبیهقي (۱/۱۵۹) میں سماع کی تصریح کی ہے۔

سوال: کیا ہر نماز کے لیے الگ وضو ضروری ہے؟

جواب: ہر نماز کے لیے الگ وضو ضروری نہیں۔ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے ساتھ وضو کیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے دن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، تو موزوں پر مسح کیا اور ایک ہی وضو سے کئی نمازیں ادا کیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اللہ کے رسول! آج آپ نے ایسا کام کیا ہے، جو پہلے کبھی نہیں کیا، فرمایا: عمر! میں نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے۔'' یہ حدیث اسحاق کی ہے، ابن ہاشم نے موزوں پر مسح کا ذکر نہیں کیا۔

(صحيح مسلم : 277، المنتقى لابن الجارود :1)

سوال: کیا وضو کے لیے نیت شرط ہے؟

(جواب): وضو عبادت ہے، ہر عبادت کے لیے نیت شرط ہے۔

(سوال): اگر امام بے وضو نماز پڑھادے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر امام بے وضو یا جنبی ہو یا اس کے کپڑوں پر نجاست لگی ہو اور اس طرح وہ نماز پڑھادے، تو مقتدیوں کی نماز بالکل صحیح اور درست ہے، البتہ امام کے لیے نماز دہرانا ضروری ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ وَلَهُمْ، وَإِنْ أَخْطَؤُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ .

''وہ (حکمران) آپ کو نمازیں پڑھائیں گے، اگر وہ درست پڑھیں گے، تو آپ کے لیے بھی ذریعہ نجات ہوگی اور ان کے لیے بھی، لیکن اگر وہ غلطی کریں، تو آپ کے لیے ذریعہ نجات اور ان کے خلاف وبال بن جائے گی۔''

(مسند الإمام أحمد : 355/2، واللّفظ لهٗ، صحيح البخاري : 694)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ إِذَا صَلَّى بِقَوْمٍ وَكَانَ جُنُبًا، أَوْ مُحْدِثًا، أَنَّ صَلَاةَ الْقَوْمِ صَحِيحَةٌ، وَعَلَى الْإِمَامِ الْإِعَادَةُ، سَوَاءٌ كَانَ الْإِمَامُ عَالِمًا بِحَدَثِهِ مُتَعَمِّدَ الْإِمَامَةَ، أَوْ كَانَ جَاهِلًا .

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ امام جب لوگوں کو نماز پڑھائے اور وہ جنبی یا بے وضو ہو تو لوگوں کی نماز صحیح ہوگی، امام پر نماز دہرانا ضروری ہوگا، خواہ اسے اپنے بے وضو ہونے کا علم ہو اور جانتے بوجھتے امامت کروا رہا ہو یا وہ لاعلم ہو۔''

(شرح السُّنّة : 405/3)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَيَأْتِي أَقْوَامٌ أَوْ يَكُونُ أَقْوَامٌ يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ، فَإِنْ أَتَمُّوا فَلَكُمْ وَلَهُمْ، وَإِنْ نَقَصُوا فَعَلَيْهِمْ وَلَكُمْ.

''عنقریب کچھ لوگ (حکمران) آئیں گے، وہ نمازیں پڑھائیں گے، اگر وہ پوری نماز ادا کریں، تو تمہارے لیے بھی کافی اور ان کے لیے بھی، لیکن اگر وہ کوتاہی کریں گے، تو ان کے لیے وبال اور تمہارے لیے کافی ہوں گی۔''

(صحیح ابن حبان: 2228، وسندہٗ حسنٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلٰى إِغْفَالِ مَنْ زَعَمَ أَنَّ صَلَاةَ الْإِمَامِ إِذَا فَسَدَتْ فَسَدَتْ صَلَاةُ مَنْ خَلْفَهٗ.

''یہ حدیث بتاتی ہے کہ وہ شخص غلطی پر ہے، جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہو جائے، تو اس کے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔''

(الأوسط: 164/4)

❁ ابو علی ہمدانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں سفر کے لیے نکلا، ہمارے ساتھ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ آپ پر رحم کرے! آپ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں، آپ ہماری امامت کریں، اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ أَمَّ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتَ فَلَهٗ وَلَهُمْ، وَمَنِ انْتَقَصَ مِنْ

ذٰلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ .

''جوآدمی لوگوں کی امامت کرے، وقت کو پائے اور کامل نماز پڑھے تو اس کے لیے بھی کافی اور ان کے لیے بھی کافی ہوگی اور جو اس میں کچھ کوتاہی کرے، اس کے خلاف وبال ہوگی، جبکہ مقتدیوں کے لیے کافی ہوگی۔''

(مسند الإمام أحمد : 145/4، 154، 156، 201، سنن أبي داوٗد : 580، سنن ابن ماجه : 983، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (۱۵۱۳)، امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۲۲۲۱) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۲۱۰، ۲۱۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (م ۳۱۱ھ) اس حدیث پر یوں تبویب کرتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ بسا اوقات امام کی نماز ناقص اور مقتدی کی کامل ہوتی ہے، (یہ حدیث) اس شخص کے خلاف ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ متصل ہے، اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی بھی فاسد ہو جائے گی۔۔۔''

(صحيح ابن خزيمة، قبل الحديث : 1513)

❀ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْحَدِيثِ قُوَّةٌ لِّمَنْ يَّقُولُ : إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ بِغَيْرِ وُضُوءٍ أَنَّ أَصْحَابَهٗ يُعِيدُونَ، وَالْحَدِيثُ الْآخَرُ أَثْبَتَ أَنْ لَّا يُعِيدَ الْقَوْمُ، هٰذَا لِمَنْ أَرَادَ الْإِنْصَافَ بِالْحَدِيثِ .

''جو لوگ کہتے ہیں کہ جب امام بے وضو نماز پڑھا بیٹھے، تو اس کے مقتدی بھی

نماز دوہرائیں گے، ان کے لیے حدیث سے کوئی دلیل نہیں۔ اس کے برعکس دوسری حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ مقتدی نماز نہیں دوہرائیں گے۔ جو شخص حدیث کے ساتھ انصاف کرنا چاہے، اس کا یہی موقف ہوگا۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :401/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ هٰذَا الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ، الْجُنُبُ يُعِيدُ وَلَا يُعِيدُونَ، مَا أَعْلَمُ فِيهِ اخْتِلَافًا .

''اس پر اتفاق واجماع ہے کہ جنبی امام (اگر جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دے تو) اسے نماز دوہرانی پڑے گی، البتہ مقتدی نہیں دوہرائیں گے۔ مجھے اس بارے میں کوئی اختلاف معلوم نہیں۔''

(سنن الدّارقطني :364/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 400/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ایسے امام کے متعلق پوچھا گیا، جس نے بغیر وضو کے نماز پڑھا دی، تو فرمایا:

يُعِيدُ، وَلَا يُعِيدُونَ .

''وہ خود تو نماز دوہرائے، لیکن اس کے مقتدی نہ دوہرائیں۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 401/2، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: وضو کے بعد کی دعا کیا ہے؟

جواب: وضو کے بعد مندرجہ ذیل دعائیں ثابت ہیں۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''اگر کوئی وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے تو اس کے کلمات ایک پرچہ پر لکھ کر مہر لگا دی جائے گی اور عرش کے نیچے رکھ دیا جائے گا، پھر تا روزِ قیامت کھولا نہیں جائے گا:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ إِلَيْكَ .

''اللہ! تُو اپنی تعریفوں کے ساتھ پاک ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔''

(عمل اليوم واللّيلة للنّسائي :81، الدُّعا للطَّبراني : 390، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کرنے کے بعد یہ کلمات پڑھے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهٗ .

''گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔''

(صحيح مسلم : 234)

فائدہ:

اعضائے وضو پر دعا کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے، اس بارے میں منقول تمام روایات ضعیف اور نا قابل عمل ہیں۔

سوال: کیا دوران وضو باتیں کی جا سکتی ہیں؟

جواب: دوران وضو باتیں کرنا ممنوع نہیں، لہٰذا وضو کرتے ہوئے گفتگو کی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا برف والے ٹھنڈے پانی سے وضو جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

❁ حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الضَّحِكَ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ لَا يَنْقُضُ طَهَارَةً وَّلَا يُوجِبُ وُضُوءً، وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الضَّحِكَ فِي الصَّلَاةِ يَنْقُضُ الصَّلَاةَ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نماز کے علاوہ ہنسنا وضو کو نہیں توڑتا، نہ ہی وضو کو واجب کرتا ہے، اس پر بھی اجماع ہے کہ نماز میں ہنسنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔''

(الأوسط :1/226)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ لَا يَرٰى عَلَى الَّذِي يَضْحَكُ فِي الصَّلَاةِ وُضُوءً.

''آپ رضی اللہ عنہ نماز میں ہنسنے والے پر وضو خیال نہیں کرتے تھے۔''

(سنن الدّارقطني :1/174، ح : 650، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا مذی آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: مذی اور ودی دونوں نجس اور ناپاک ہیں۔ ان کا حکم پیشاب کا سا ہے۔ جسم اور کپڑے پر لگ جائیں، تو انہیں دھویا جائے گا۔ ان کے خروج پر وضو ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعُهُمْ عَلٰى أَنَّ الْمَذْيَ وَالْوَدْيَ فِيهِمَا الْوُضُوءُ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ مذی اور ودی (کے خروج) پر وضو ہے۔''

(الاستذكار : 157/1)

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ رَجُلًا أَنْ يَّسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ، فَسَأَلَ فَقَالَ : تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ .

''مجھے بہت زیادہ مذی آتی تھی، تو چونکہ میرے گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں، اس لیے میں نے ایک صحابی (مقداد رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے سوال کرے، تو انہوں نے سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: وضو کیجئے اور اپنی شرمگاہ کو دھو لیجئے۔''

(صحيح البخاري : 269، صحيح مسلم : 303)

❀ سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس پانی کے بعد منی نکلتی ہے، اسے مذی کہتے ہیں اور ہر جوان کو مذی آتی ہے، چنانچہ ایسی کیفیت میں آپ شرمگاہ اور خصیتین کو دھو لیا کریں اور نماز والا وضو کر لیا کریں۔''

مسند الإمام أحمد : 342/4، سنن أبي داوٗد : 211، سنن التّرمذي : 133، سنن ابن ماجه : 651، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے، امام ابن الجارود رحمہ اللہ

(۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مذی کی بہت شدت پاتا تھا اور اکثر اس سے غسل کرتا، میں نے اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا يُجْزِيكَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوءُ

''اس پر آپ کے لیے وضو کافی ہوگا۔''

(سنن أبي داود : 210، سنن التّرمذي : 115، سنن ابن ماجه : 506، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۹۱) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۰۳) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(سوال): بعض صوفیا کہتے ہیں کہ جب انسان ''یقین'' کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے، تو اس سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں اور وہ مکلّف نہیں رہتا۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): بعض گمراہ اور ملحد صوفیوں کا کہنا ہے کہ جب انسان مقام یقین کو عبور کر لے، تو اس سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں اور وہ احکام شرعیہ کا پابند نہیں رہتا۔ وہ ''یقین'' کی تاویل معرفت الٰہیہ سے کرتے ہیں۔ یہ نظریہ ملحد اور زندیق صوفیا کا ہے۔ اپنے آپ کو عبادت سے بے نیاز سمجھنا شیطانی اور دجالی وسوسہ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر : 99)

''اپنے تادم واپسین اپنے رب کی عبادت بجالائیے۔''

تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ''یقین'' سے مراد موت ہے۔

(مِرقاة المَفاتيح للملا علي القاري :61/1)

اللہ تعالیٰ جہنمیوں کا حال بیان کرتے ہیں:

﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ، حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِينُ﴾

(المدثر : 46-47)

''(اہل جہنم کہیں گے) ہم روز قیامت کو جھٹلاتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔'' یہاں یقین موت کے معنی میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فرمایا:

أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ ....

''انہیں تو موت نے آن لیا ہے......۔''

(صحيح البخاري : 1243)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا:

﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾(مريم :31)

''اللہ تعالیٰ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں، نماز اور زکوۃ کا پابند رہوں۔''

ان تینوں آیات میں آخری دم تک شریعت کی پابندی کا ثبوت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آخری نماز کے احوال بھی کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ جب آپ تہجد ادا کرتے، تو آپ کے پاؤں میں ورم آ جاتا، تو آپ فرماتے:

أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا .

''میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

(صحيح البخاري : 1130، صحيح مسلم : 2819)

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَيْ قَوْمِ، الْمُدَاوَمَةَ الْمُدَاوَمَةَ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِعَمَلِ الْمُؤْمِنِ أَجَلًا دُونَ الْمَوْتِ .

''اے لوگو! دوام کے ساتھ نیکی کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے (نیک) عمل کی انتہا موت رکھی ہے۔''

(الزّهد لعبد اللّٰه بن المبارك : 18، وسندهٗ صحيحٌ)

شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

دَخَلَ فِي ذٰلِكَ طَائِفَةٌ مِّنْ ضَلَالِ الْمُتَصَوِّفَةِ ظَنُّوا أَنَّ غَايَةَ الْعِبَادَاتِ هُوَ حُصُولُ الْمَعْرِفَةِ فَإِذَا حَصَلَتْ سَقَطَتِ الْعِبَادَاتُ وَقَدْ يَحْتَجُّ بَعْضُهُمْ بِقَوْلِهٖ : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحجر : 99)، وَيَزْعُمُونَ أَنَّ الْيَقِينَ هُوَ الْمَعْرِفَةُ وَهٰذَا خَطَأٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَهْلِ التَّفْسِيرِ وَغَيْرِهِمْ فَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ مُتَّفَقُونَ عَلٰى أَنَّ وُجُوبَ الْعِبَادَاتِ كَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَنَحْوِهَا وَتَحْرِيمِ الْمُحَرَّمَاتِ، كَالْفَوَاحِشِ وَالْمَظَالِمِ لَا يَزَالُ وَاجِبًا عَلٰى كُلِّ أَحَدٍ مَّا دَامَ عَقْلُهٗ حَاضِرًا، وَّلَوْ بَلَغَ، وَأَنَّ الصَّلَوَاتِ لَا تَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ قَطُّ إِلَّا عَنِ الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ أَوْ مَنْ زَالَ عَقْلُهٗ ...... فَالْمَقْصُودُ مِنْ هٰذَا أَنَّ

الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ لَا تَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ لَّهُ عَقْلٌ، سَوَاءً كَانَ كَبِيرًا أَوْ صَالِحًا أَوْ عَالِمًا .

وَمَا يَظُنُّهُ طَوَائِفُ مِنْ جُهَّالِ الْعِبَادِ وَأَتْبَاعِهِمْ، وَجُهَّالِ النَّظَّارِ وَأَتْبَاعِهِمْ وَجُهَّالِ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ وَالنُّصَيْرِيَّةِ وَإِنْ كَانُوا كُلُّهُمْ جُهَّالًا مِّنْ سُقُوطِهَا عَنِ الْعَارِفِينَ أَوِ الْوَاصِلِينَ أَوْ أَهْلِ الْحَضَرَةِ أَوْ عَمَّنْ خَرِقَتْ لَهُمُ الْعَادَاتُ، أَوْ عَنِ الْأَئِمَّةِ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ أَوْ بَعْضِ أَتْبَاعِهِمْ أَوْ عَمَّنْ عَرَفَ الْعُلُومَ الْعَقْلِيَّةِ أَوْ عَنِ الْمُتَكَلِّمِ الْمَاهِرِ فِي النَّظْرِ أَوِ الْفَيْلَسُوفِ الْكَامِلِ فِي الْفَلْسَفَةِ فَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ وَبِمَا عُلِمَ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ .

''گمراہ صوفیا کا ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ عبادات کی غایت معرفت کا حصول محض ہے۔ تو جب معرفت حاصل ہو جائے، عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔ بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بنایا ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحجر : 99) ''اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ یقین حاصل ہو جائے۔'' صوفیا کہتے ہیں کہ یقین سے مراد معرفت ہے، لیکن یہ خطا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ اہل تفسیر وغیرہ بھی اس کو خطا کہتے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب تک بندے کی عقل سلامت ہو، اس وقت تک احکام پر عمل کرنا جیسا کہ پانچ نمازیں اور منہیات جیسا کہ ظلم اور فحش وغیرہ سے

رکے رہنا واجب ہے۔نماز کسی سے ساقط نہیں ہوتی،سوائے حیض اور نفاس والی خاتون کے یا اس شخص کے،جس کی عقل ہی زائل ہوچکی ہو۔......تو اس سے مقصود یہ ہے کہ پانچ نمازیں کسی سے ساقط نہیں ہوں گی، چاہے وہ صالح نیک ، عالم اور بڑا ہی کیوں نہ ہو۔اور یہ جو جاہل اسماعیلیوں،صوفیوں، نصیریوں اوران کے متبعین نے سمجھ رکھا ہے کہ عارفین سے نماز ساقط ہوجاتی ہے، یا ان سے جو ایک خاص مقام کو پہنچ جائیں، یا ائمہ اسماعیلیہ اوران کے بعض متبعین سے نماز ساقط ہوجاتی ہے۔اسی طرح علوم عقلیہ کے ماہر سے بھی ساقط ہوجاتی ہے۔یا پھر علم کلام کے ماہر سے اور کامل فلسفی سے نماز ساقط ہوجاتی ہے،تو یہ سب باطل باتیں ہیں،اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

(دَرء تعارض العقل والنّقل : 3/270-271)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''یہاں یقین سے مراد موت ہے اوراس پر مفسرین کا اجماع ہے۔تو بندہ جب تک دارالتکلیف میں رہتا ہے، اس وقت عبادت سے چھٹی نہیں ملتی، بلکہ برزخ میں بھی اس پر ایک دوسری نوعیت عبادت فرض ہے،فرشتے اس سے سوال کریں گے کہ آپ کس کی عبادت کیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ اس سے جواب چاہیں گے۔اسی طرح قیامت میں ایک نوعیت کی عبادت ہوگی۔اللہ اپنی تمام مخلوق کو سجدے کا کہے گا،سب مسلمان مومن سجدہ کریں گے لیکن کفار اور منافقین سجدہ نہیں کر پائیں گے۔تو جب وہ دار ثواب اور عقاب میں داخل ہوجائیں گے، پھر مکلّف نہیں رہیں

گے۔تو جنت والوں کی عبادت تسبیح ہوگی، جو ان کی سانسوں سے نکلتی رہے گی، اس سے وہ مشکل کا شکار نہیں ہوں گے۔ جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ وہ ایسے مقام و مرتبے کو پہنچ گیا ہے، جس میں اس سے عبادت ساقط ہوگئی ہے تو وہ زندیق ہے، اللہ ورسول کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ وہ اللہ کے ساتھ کفر کے مقام پر پہنچ گیا ہے اور دین سے نکل گیا ہے۔“

(مَدارج السّالکین :117/1)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يُسْتَدَلُّ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ وَهِيَ قَوْلُهٗ : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ عَلٰى أَنَّ الْعِبَادَةَ كَالصَّلَاةِ وَنَحْوِهَا وَاجِبَةٌ عَلَى الْإِنْسَانِ مَا دَامَ عَقْلُهٗ ثَابِتًا فَيُصَلِّي بِحَسَبِ حَالِهٖ، ...... وَيُسْتَدَلُّ بِهَا عَلٰى تَخْطِئَةِ مَنْ ذَهَبَ مِنَ الْمَلَاحِدَةِ إِلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْيَقِينِ الْمُعْرِفَةُ، فَمَتٰى وَصَلَ أَحَدُهُمْ إِلَى الْمَعْرِفَةِ سَقَطَ عَنْهُ التَّكْلِيفُ عِنْدَهُمْ، وَهٰذَا كُفْرٌ وَّضَلَالٌ وَجَهْلٌ، فَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، كَانُوا هُمْ وَأَصْحَابُهُمْ أَعْلَمَ النَّاسِ بِاللّٰهِ وَأَعْرَفَهُمْ بِحُقُوقِهٖ وَصِفَاتِهٖ، وَمَا يَسْتَحِقُّ مِنَ التَّعْظِيمِ، وَكَانُوا مَعَ هٰذَا أَعْبَدَ النَّاسِ وَأَكْثَرَ النَّاسِ عِبَادَةً وَّمُوَاظَبَةً عَلٰى فِعْلِ الْخَيْرَاتِ إِلٰى حِينِ الْوَفَاةِ، وَإِنَّمَا الْمُرَادُ بِالْيَقِينِ هَاهُنَا الْمَوْتُ .

''اللہ کا فرمان ہے کہ ''اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے۔'' تو اس سے یہ استدلال لیا جاتا ہے کہ جب تک انسان کی عقل سلامت ہو، اس وقت تک وہ عبادات نماز وغیرہ کا مکلّف ہوتا ہے اور اپنے حالات کے مطابق ادا کرتا رہتا ہے۔ اس آیت سے ملحدین کے مذہب کے خطا ہونے پر بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ ملحدین کہتے ہیں، یقین سے مراد معرفت ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ جب بندہ معرفت کے مقام پر پہنچ جائے تو اس سے احکام شرعیہ کی پابندی ساقط ہو جاتی ہے۔ یہ کفر ضلالت اور جہالت ہے۔ کیوں کہ انبیاء اوران کے ساتھی اللہ کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور اس کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے، اس کے حقوق عبادات اور تعظیم میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ سب سے بڑے عابد تھے اور نیکی کے کاموں میں سب لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ یقین سے یہاں مراد موت ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 554/4، سلامة)

علامہ محمد امین المعروف، ابن عابدین شامی حنفی (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

مِنْ جِنْسِ ذٰلِكَ مَا يَدَّعِيهِ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِي التَّصَوُّفَ أَنَّهٗ بَلَغَ حَالَةً بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَسْقَطَتْ عَنْهُ الصَّلَاةَ وَحَلَّ لَهٗ شُرْبُ الْمُسْكِرِ وَالْمَعَاصِي وَأَكْلُ مَالِ السُّلْطَانِ، فَهٰذَا مِمَّا لَا أَشُكُّ فِي وُجُوبِ قَتْلِهٖ إِذْ ضَرَرُهٗ فِي الدِّينِ أَعْظَمُ؛ وَيَنْفَتِحُ بِهٖ بَابٌ مِّنْ الْإِبَاحَةِ لَا يَنْسَدُّ؛ وَضَرَرُ هٰذَا فَوْقَ ضَرَرِ مَنْ يَقُولُ

بِالْإِبَاحَةِ مُطْلَقًا؛ فَإِنَّهُ يُمْتَنَعُ عَنْ الْإِصْغَاءِ إِلَيْهِ لِظُهُورِ كُفْرِهِ .

''بعض صوفیا دعوی کرتے ہیں کہ وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اس حالت کو پہنچ گئے ہیں، جہاں ان سے نماز ساقط ہوگئی ہے۔نشہ حلال ہوگیا ہے، گناہ اور سلطان کا مال کھانا حلال ہوگیا ہے۔تو میں ان لوگوں کے قتل کے وجوب میں کوئی شک نہیں کرتا، کیونکہ دین میں اس کا ضرر بہت بڑا ہے۔اس سے اباحیت کا وہ باب کھل جاتا ہے جو بند ہی نہیں ہوسکتا، اس کا ضرر اس شخص کے ضرر سے کہیں بڑا ہے، جو مطلق اباحت کا قول اختیار کرتا ہے، کیونکہ اس کا کفر ظاہر ہوتا ہے، تو لوگ اس کی طرف نہیں جاتے۔''

(فتاوی الشّامي : 243/4)

ملا علی قاری حنفی (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

''(غالی) صوفیا کا کہنا ہے کہ بندہ جب محبت الٰہیہ کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے، تو وہ شرعی احکام کا پابند نہیں رہتا، اس کے بعد اس کی عبادت محض تفکر (غور وخوض) ہو جاتی ہے۔یہ گروہ سب سے برا ہے۔انہوں نے اپنے اس عقیدے کی بنیاد اس فرمان باری تعالیٰ پر ڈالی ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحجر : 99)''اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ موت آ جائے۔''مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ''یقین'' سے مراد موت ہے۔''

(شرح الشّفا : 513/2)